

وَهَبَنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلَيْاً ۝
وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُؤْسَى ذِإِنَّهُ كَانَ فُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝

اور ان کو اپنی رحمت سے نواز اور ان کو بھی نام و ری عطا کی یے [۲۸]
اور ذکر کرو اس کتاب میں موسٹی کا۔ وہ ایک چیدہ [۲۹] شخص تھا اور رسول نبی [۳۰] تھا۔

[۲۸] یہ حرف تسلی ہے اُن مہاجرین کے لیے جو گھروں سے نکلنے پر مجبور ہوئے تھے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام اپنے خاندان سے کٹ کر بر بادنہ ہوئے بلکہ اُنھی سر بلند و مرفراز ہو کر رہے، اُسی طرح تم بھی بر بادنہ ہو گے بلکہ وہ عزت پاؤ کے جس کا تصور بھی جاہلیت میں پڑے ہوئے کفار قریش نہیں کر سکتے۔

[۲۹] اصل میں لفظ مُخلص استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ”خالص کیا ہوا“۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے خالص اپنا کر لیا تھا۔

[۳۰] ”رسول“ کے معنی ہیں ”فرستادہ“، ”بھیجا ہوا“۔ قرآن میں یہ لفظ یا تو ان ملائکہ کے لیے استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کار خالص پر بھیجے جاتے ہیں، یا پھر ان انسانوں کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلق کی طرف اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مأمور فرمایا۔

”نبی“ کے معنی میں اہل لغت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اس کو لفظ نبی سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی خبر کے ہیں، اور اس اصل کے لحاظ سے نبی کے معنی ”خبر دینے والے“ کے ہیں۔ بعض کے نزد یہکہ اس کا مادہ نہ ہو، یعنی رفت اور بلندی۔ اور اس معنی کے لحاظ سے نبی کا مطلب ہے ”بلند مرتبہ“ اور ”عالی مقام۔“ زہری نے کسانی سے ایک تیراقول بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لفظ در اصل نبی ہے جس کے معنی طریق اور راستے کے ہیں، اور انبیاء کو نبی اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ ہیں۔

پس کسی شخص کو ”رسول نبی“ کہنے کا مطلب یا تو ”عالی مقام پیغمبر“ ہے، یا ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دینے والا پیغمبر“، یا پھر ”وہ پیغمبر جو اللہ کا راستہ بتانے والا ہے۔“

قرآن مجید میں یہ دونوں الفاظ بالعموم ہم معنی استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی شخصیت کو کہیں صرف رسول کہا گیا ہے اور کہیں صرف نبی، اور کہیں رسول اور نبی ایک ساتھ۔ لیکن بعض مقامات پر رسول اور نبی کے الفاظ اس طرح بھی استعمال ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں مرتبے یا کام کی نوعیت کے لحاظ سے کوئی اصطلاحی فرق ہے۔ مثلاً سورہ حج، آیت ۵۳ میں فرمایا گیا ہے ”ہم نے تم سے پہلے نہیں بھیجا کوئی رسول اور نہ نبی مگر.....“ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ رسول اور نبی دو الگ اصطلاحیں ہیں جن کے درمیان کوئی معنوی فرق ضرور ہے۔ اسی بنا پر اہل تفسیر میں یہ بحث چل پڑی ہے کہ اس فرق کی نوعیت کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قطعی دلائل کے ساتھ کوئی بھی رسول اور نبی کی الگ الگ حیثیتوں کا تعین نہیں کر سکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جوبات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول کا لفظ نبی کی بُنُسْت خاص ہے، یعنی ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے، مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا، یا با الفاظ دیگر انبیاء میں سے رسول کا لفظ ان جلیل القدر ہستیوں کے لیے بولا گیا ہے جن کو عام انبیاء کی بُنُسْت زیادہ اہم منصب پر دیکیا گیا تھا۔ اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد نے حضرت ابو امامہ سے اور حاکم نے حضرت ابو ذرؓ سے نقل کی ہے کہ نبی ﷺ سے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ۳۱۵ یا ۳۱۳ بتائی اور انبیاء کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ایک لاکھ ۲۳ ہزار بتائی۔ اگرچہ اس حدیث کی سند یہ ضعیف ہیں، مگر کئی سندوں سے ایک بات کا نقل ہونا اس کے ضعف کو بڑی حد تک دور کر دیتا ہے۔

وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الْقُطُورِ الْأَلْيَمِنَ وَقَرَّبَتْهُ نَجِيَّاً ۝ وَوَهَبَنَا
لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هُرُونَ نَبِيًّا ۝ وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ
إِسْمِعِيلَ زَيْنَهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝ وَكَانَ
يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالرَّكُوعِ صَ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝
وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ زَيْنَهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝ وَرَفَعْنَاهُ

ہم نے اُس کو طور کے داہنی جانب سے پکارا^[۳۱] اور راز کی گفتگو سے اس کو تقرب عطا کیا، اور اپنی مہربانی سے اس کے بھائی ہارون کو بنی بنا کر اُسے (مدگار کے طور پر) دیا۔

اور اس کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو۔ وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور ایسے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔

^[۲۳] اور اس کتاب میں اور یہ [۲۴] کا ذکر کرو۔ وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبی تھا اور اسے ہم نے بلند مقام

[۳۱] کوہ طور کے داہنی جانب سے مراد اس کام مشرقی دامن ہے۔ چونکہ حضرت موسیٰ مذکور میں سے مصرا جاتے ہوئے اُس راستے سے گزر رہے تھے جو کوہ طور کے جنوب سے جاتا ہے، اور جنوب کی طرف سے اگر کوئی شخص طور کو دیکھے تو اس کے دائیں جانب مشرق اور بائیں جانب مغرب ہوگا، اس لیے حضرت موسیٰ کی نسبت سے طور کے مشرقی دامن کو ”داہنی جانب“ فرمایا گیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بجائے خود پہاڑ کا کوئی دایاں یا بایاں رُخ نہیں ہوتا۔

[۳۲] ترشیح کے لیے ملاحظہ ہوں النساء، حاشیہ ۲۰۶۔

[۳۳] حضرت اوریش کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کے زدیک وہ بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی تھے۔ مگر اکثریت اس طرف گئی ہے کہ وہ حضرت نوح سے بھی پبلے گزرے ہیں۔ نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ہم کو ایسی نہیں ملی جس سے ان کی شخصیت کے تعین میں کوئی مدد ملتی ہو۔ البتہ قرآن کا ایک اشارہ اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ وہ حضرت نوح سے متقدم ہے۔ کیونکہ بعد والی آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ انبیاء (جن کا ذکر اور پرگزرا ہے) آدم کی اولاد، نوح کی اولاد، ابراہیم کی اولاد اور اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ، عیسیٰ اور موسیٰ علیہم السلام تو بنی اسرائیل میں سے ہیں، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اولاد ابراہیم سے ہیں اور حضرت ابراہیم اولاد نوح سے، اس کے بعد صرف حضرت اوریش ہی رہ جاتے ہیں جن کے متعلق یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ اولاد آدم سے ہیں۔

مفہرین کا عام خیال یہ ہے کہ باعیش میں جن بزرگ کا نام حنوك (Enoch) بتایا گیا ہے، وہی حضرت اوریش ہیں۔ ان کے متعلق باعیش کا بیان یہ ہے:

”اور حنوك پیشنهاد برس کا تھا جب اس سے متوجہ پیدا ہوا اور متوجہ کی پیدائش کے بعد حنوك تین سو برس تک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا..... اور وہ عائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اخھالیا۔“ (پیدائش، باب ۵، آیت ۲۱-۲۳)

تلمود کی اسلامی روایات میں ان کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ بتائے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام

مَكَانًا عَلَيْاٰهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ
مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوُجٍ زَوْجٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْرَائِيلَ زَوْمَنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا طَإِذَا اتَّلَى عَلَيْهِمْ أَيْتُ
الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبِكَيْسًا ۝ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَةَ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيَّابًا

[۳۴] پرانا حیا یا تھا۔

یہ وہ پیغیر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا آدم کی اولاد میں سے، اور ان لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے نوچ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور ابراہیم کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمان کی آیات ان کو منائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گرجاتے تھے السجدہ پھر ان کے بعد وہ نا خلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا [۳۵] اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی، [۳۶] پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجم سے دوچار ہوں۔

سے پہلے جب بنی آدم میں بگاڑ کی ابتداء ہوئی تو خدا کے فرشتے نے حنوک کو، جو لوگوں سے الگ تحلک زاہدان زندگی بس رکرتے تھے، پکارا کہ ”اے حنوک، انھوں گوشہ عزالت سے نکلو اور زمین کے باشددوں میں چل پھر کران کو وہ راست بتاؤ جس پر ان کو چلتا چاہیے اور وہ طریقے بتاؤ جن پر انہیں عمل کرنا چاہیے۔“ یہ حکم پاکروہ نکلے اور انہوں نے جگہ جگہ لوگوں کو جمع کر کے وعظ و تلقین کی اور نسل انسانی نے ان کی اطاعت قبول کر کے اللہ کی بندگی اختیار کر لی۔ حنوک ۳۵۳ برس تک انسانی پر حکمراں رہے۔ ان کی حکومت انصاف اور حق پرستی کی حکومت تھی۔ ان کے عبید میں زمین پر خدا کی رحمتیں برستی رہیں۔ (The Talmud Selections. pp. 18-21)

[۳۲] اس کا سیدھا سادھا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اوریں کو بلند مرتبہ عطا کیا تھا، لیکن اسرائیلی روایات سے منتقل ہو کر یہ بات ہمارے ہاں بھی مشہور ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اوریں کو آسمان پر انھا لیا۔ بائیبل میں تو صرف اسی قدر ہے کہ وہ غائب ہو گئے کیونکہ ”خدانے ان کو انھا لیا“، مگر تلمود میں اس کا ایک طویل تصدیق بیان ہوا ہے جس کا خاتمہ اس پر ہوتا ہے کہ ”حنوک ایک بگولے میں آتشیں رکھا اور گھوڑوں سمیت آسمان پر چڑھ گئے۔“

[۳۵] یعنی نماز پر حصہ چھوڑ دی، یا نماز سے غفلت اور بے پرواہی برتنے لگے۔ یہ ہرامت کے زوال و انحطاط کا پہلا قدم ہے۔ نمازوہ اولین رابطہ ہے جو مومن کا زندہ اور ملکی تعلق خدا کے ساتھ خدا کے ساتھ شب و روز جوڑے رکھتا ہے اور اسے خدا پرستی کے مرکزوں سے پھرلنے نہیں دیتا۔ یہ بندھن ٹوٹتے ہی آدمی خدا سے دور اور دورتر ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ عملی تعلق سے گزر کر اس کا خیالی تعلق بھی خدا کے ساتھ باقی نہیں رہتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات ایک قاعدة کیلیہ کے طور پر بیان فرمائی ہے کہ پچھلے تمام انبیاء کی امتوں کا بگاڑ نماز ضائع کرنے سے شروع ہوا ہے۔

[۳۶] یہ تعلق بالشک کی اور اس کے فتدان کا لازمی نتیجہ ہے۔ نمازوی اضاعت سے جب دل خدا کی یاد سے غافل رہنے لگے تو جوں جوں یہ غفلت بڑھتی گئی، خواہشاتِ نفس کی بندگی میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ ان کے اخلاق اور معاملات کا ہر گوشہ احکامِ الہی کے بجائے اپنے من مانے طریقوں کا پابند ہو کر رہا۔

إِنَّمَا نُتَابَ وَأَمْنَ وَعِمَلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝ جَنَّتِ عَدْنٍ إِلَّا تِيْ وَعْدَ الرَّحْمَنِ
عِبَادَةً بِالْغَيْبِ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُونَ
فِيهَا لَعْوًا إِلَّا سَلَمًا ۝ وَلَهُمْ رِزْقٌ هُمْ فِيهَا بُكْرَةٌ وَعَشِيًّا ۝
تِلْكَ الْجَنَّةُ إِلَّا تِيْ نُورٌ ثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝
وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِاْمْرِ رَبِّكَ حَلَةً مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْقَنَا

البست جو تو بہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عملی اختیار کر لیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔ ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کا رحمن نے اپنے بندوں سے در پرده وعدہ کر رکھا ہے^[۳۷] اور یقیناً یہ وعدہ پورا ہو کر رہنا ہے۔ وہاں وہ کوئی بیہودہ بات نہ سینیں گے، جو کچھ بھی سینیں گے ٹھیک ہی سینیں گے۔^[۳۸] اور ان کا رزق انھیں پیہم صحیح و شام ملتا رہے گا۔ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُس کو بنائیں گے جو پرہیز گار رہا ہے۔ اے نبی، ہم تمہارے رب کے حکم کے بغیر نہیں اتر اکرتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے^[۳۹] اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو کچھ

[۳۷] یعنی جس کا وعدہ رحمان نے اس حالت میں کیا ہے کہ وہ جنتیں ان کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔

[۳۸] اصل میں لفظ ”سلام“ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں عیب اور نقص سے محفوظ۔ جنت میں جو نعمتیں انسان کو میسر ہوں گی ان میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہوگی کہ وہاں کوئی بے ہودہ اور فضول اور گندی بات سننے میں نہ آئے گی۔ وہاں کا پورا معاشرہ ایک سترہ اور سنجیدہ اور پاکیزہ معاشرہ ہوگا جس کا ہر فرد سلیم الطبع ہوگا۔ وہاں کے رہنے والوں کو غبتوں اور گالیوں اور نخش گانوں اور دوسروں بڑی آوازوں کی سماعت سے پوری نجات مل جائے گی۔ وہاں آدمی جو کچھ بھی سنبھالے، بھلی اور معقول اور بجا باتیں ہی سنے گا۔ اس نعمت کی قدر وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو اس دنیا میں فی الواقع ایک پاکیزہ اور سترہ اذوق رکھتا ہو۔ کیونکہ وہی یہ محسوس کر سکتا ہے کہ انسان کے لیے ایک ایسی گندی سوسائٹی میں رہنا کتنی بڑی مصیبت ہے جہاں کسی وقت بھی اس کے کان جھوٹ، غیبت، فتنہ و فساد، شرارت، گندگی اور شہوانیت کی باتوں سے محفوظ نہ ہوں۔

[۳۹] یہ پورا پیر اگراف ایک جملہ معتبر ہے کہ جو ایک سلسلہ کلام کو ختم کر کے دوسرا سلسلہ کلام شروع کرنے سے پہلے ارشاد ہوا ہے۔ اندراز کلام صاف بتا رہا ہے کہ یہ سورۃ بڑی دیر کے بعد ایسے زمانے میں نازل ہوئی ہے جب کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ بڑے اضطراب انگیز حالات سے گزر رہے ہیں۔ حضور کو اور آپ کے صحابیوں کو ہر وقت وحی کا انتظار ہے تاکہ اس سے رہنمائی بھی ملے اور تسلی بھی حاصل ہو۔ جوں جوں وحی آنے میں دیر ہو رہی ہے اضطراب بڑھتا جاتا ہے۔ اس حالت میں جریل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں تشریف لاتے ہیں۔ پہلے وہ فرمان نتاتے ہیں جو موقع کی ضرورت کے لحاظ سے فوراً درکار تھا۔ پھر آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے

وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيَّاً ۝ رَبُّ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدُهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ
لَهُ سَهِيَّاً ۝ وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا مَا مِتْ لَسْوَقَ أُخْرَجْ حَيَّاً ۝
أَوْلَى يَدِكُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَهُ يَكُ شَيْئًا ۝
فَوْرِبِكَ لَنَحْشِرُهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُخْضِرُهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ

اس کے درمیان ہے ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں۔ پس تم اُس کی بندگی کرو اور اُسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ [۲۰] کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایی؟ [۲۱]

انسان کہتا ہے کیا واقعی جب میں مر چکوں گا تو پھر زندہ کر کے نکال لایا جاؤں گا؟ کیا انسان کو یاد نہیں آتا کہ ہم پہلے اس کو پیدا کر چکے ہیں جب کہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟ تیرے رب کی قسم، ہم ضرور ان سب کو اور ان کے ساتھ شیاطین کو بھی [۲۲] گھیر لائیں گے، پھر جہنم کے گرد لا کر انھیں گھٹکنوں کے بل گرا دیں گے، اشارے سے یہ چند کلمات اپنی طرف سے کہتے ہیں جن میں اتنی دیرتک اپنے حاضر نہ ہونے کی معدودت بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرفاً تسلی بھی، اور ساتھ ساتھ صبر و ضبط کی تلقین بھی۔

یہ صرف کلام کی اندر ورنی شہادت ہی نہیں ہے بلکہ متعدد روایات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جنہیں ابن جری، ابن کثیر اور صاحب روح المعانی وغیرہم نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

[۲۰] یعنی اس کی بندگی کے راستے پر مضبوطی کے ساتھ چلو اور اس راہ میں جو مشکلات اور مصائب بھی پیش آئیں ان کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرو۔ اگر اس کی طرف سے یاد فرمائی اور مدد اور تسلی میں کبھی دیریگ جایا کرے تو اس پر گھرا دنہیں۔ ایک مطیع فرمان بندے کی طرح ہر حال میں اس کی مشیت پر راضی رہو اور پورے عزم کے ساتھ وہ خدمت انجام دیے چلے جاؤ جو ایک بندے اور رسول کی حیثیت سے تمہارے پردازی گئی ہے۔

[۲۱] اصل میں لفظ سُمی استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معنی ”ہم نام“ کے ہیں۔ مرا دیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے، کیا کوئی دوسرا اللہ بھی تمہارے علم میں ہے؟ اگر نہیں ہے اور تم جانتے ہو کہ نہیں ہے تو پھر تمہارے لیے اس کے سوا اور راستہ ہی کون سا ہے کہ اس کی بندگی کرو اور اس کے حکم کے بندے بن کر رہو۔

[۲۲] یعنی اُن شیاطین کو جن کے یہ چیلے بنے ہوئے ہیں اور جن کے سکھائے پڑھائے میں آ کر انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ زندگی جو کچھ بھی ہے بس بھی دنیا کی زندگی ہے، اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں جہاں ہمیں خدا کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

جِئْتِيَا [٢٨] ثُمَّ لَنْتَزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِعْعَةٍ أَيْهُمْ أَشَدُ عَلَى الرَّحْمَنِ
عِتْيَا [٢٩] ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالذِّينَ هُمْ أُولَى بِهَا صِلَيَا [٣٠] وَإِنْ
قِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا [٣١] كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتَّمَا مَقْضِيَا [٣٢] ثُمَّ نُنْجِي
الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّلَمِيْنَ فِيهَا جِئْتِيَا [٣٣] وَإِذَا أُتُّلَى عَلَيْهِمْ
أَيْتَنَا بَيْتُنِيْ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ لَا يُفْتَنُونَ لَا إِنَّ الْفَرِيقَيْنِ
خَيْرٌ مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيَا [٣٤] وَكُمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنِ هُمْ
أَحْسَنُ أَثْاثًا وَرِءْيَا [٣٥] قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالِ فَلْيَمْدُدْ دَلَهُ

پھر ہر گروہ میں سے ہر اس شخص کو چھانٹ لیں گے جو رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش بنا ہوا تھا، [۳۲] پھر یہ ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے بڑھ کر جہنم میں جھونکے جانے کا مستحق ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر واردنہ ہو، [۳۳] یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو (دنیا میں) متین تھے اور ظالموں کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

ان لوگوں کو جب ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو انکار کرنے والے ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں ”بِتَاوَ هُمْ دُوْنُوْسْ گَرُوْهُوْنْ مِنْ سے کون بہتر حالت میں ہے اور کس کی مجلسیں زیادہ شان دار ہیں؟“ [۳۴] حالانکہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے زیادہ سروسامان رکھتی تھیں اور ظاہری شان و شوکت میں ان سے بڑھی ہوئی تھیں۔ ان سے کہو، جو شخص گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے

[۳۳] یعنی ہرباغی گروہ کا لیدر۔

[۳۴] وارد ہونے کے معنی بعض روایات میں داخل ہونے کے بیان کیے گئے ہیں، مگر ان میں سے کسی کی سند بھی نبی تک قابل اعتقاد ذرائع سے نہیں پہنچتی۔ اور پھر یہ بات قرآن مجید اور آن کیش التعداد صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں مومنین صالحین کے وزخ میں جانے کی قطعی نتی کی گئی ہے۔ مزید برآں لغت میں بھی ورود کے معنی دخول کے نہیں ہیں۔ اس لیے اس کا صحیح مطلب یہی ہے کہ جہنم پر گزر تو سب کا ہو گا مگر، جیسا کہ بعد والی آیت بتاتی ہے، پر ہیز گارلوگ اس سے بچالیے جائیں گے اور ظالم اس میں جھونک دیے جائیں گے۔

[۳۵] کفار مکہ کا استدلال یہ تھا کہ دیکھ لو، دنیا میں کون اللہ کے فضل اور اس کی نعمتوں سے نوازا جا رہا ہے۔ کس کے گھر زیادہ شان دار ہیں؟ کس کا معیار زندگی زیادہ بلند ہے؟ کس کی حفظیں زیادہ خاص ہے جتنی ہیں؟ اگر یہ سب کچھ میں میسر ہے اور تم اس سے محروم ہو تو خود سوچ لو کہ آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم باطل پر ہوتے اور یوں مزے اڑاتے اور تم حق پر ہوتے اور اس طرح خستہ و درماندہ رہتے؟ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو اکیف، جواہی ۷۶، ۳۸۰۳۔

الرَّحْمَنُ مَدَّا حَتَّى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِنَّمَا الْعَذَابَ وَإِنَّمَا^{۱۷}
 السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرُّكَانًا وَأَصْعَفُ جِنْدًا^{۱۸}
 وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوا هُدًى وَالْبِقِيرُ الصِّلْحُ خَيْرٌ^{۱۹}
 عِنْدَ رَبِّكَ ثُوا بَا وَخَيْرٌ مَرَدًا^{۲۰} أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاِيمَانِنَا
 وَقَالَ لَاؤْتَنَّ مَا لَاؤْ وَلَدًا^{۲۱} أَطْلَعَ الْغَيْبَ أَمْ أَتَخْذَ عِنْدَ
 الرَّحْمَنِ عَهْدًا^{۲۲} كَلَّا طَسْكُنْ بُ مَا يَقُولُ وَنَهْدَلَهُ مِنَ الْعَذَابِ^{۲۳}
 مَدَّا^{۲۴} وَتَرْشُهُ مَا يَقُولُ وَيَا إِيمَانًا فَرَدًا^{۲۵} وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ
 اللَّهِ إِلَهَةً لَّيْكُونُوا لَهُمْ عِزًا^{۲۶} كَلَّا طَسْكُنْ بِعِبَادَتِهِمْ

اسے رحمان ڈھیل دیا کرتا ہے یہاں تک کہ جب ایسے لوگ وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ خواہ وہ عذاب الہی ہو یا قیامت کی گھڑی۔ تب انھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا حال خراب ہے اور کس کا جتحا کمزور! اس کے بر عکس جو لوگ راہ راست اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو راست روی میں ترقی عطا فرماتا ہے [۲۷] اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک جزا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ پھر تو نے دیکھا اس شخص کو جو ہماری آیات کو مانے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو مال اور اولاد سے نوازا ہی جاتا رہوں گا؟ [۲۸] کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا ہے یا اس نے حمل سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں، جو کچھ یہ بتتا ہے اسے ہم لکھ لیں گے [۲۹] اور اس کے لیے سزا میں اور زیادہ اضافہ کریں گے۔ جس سروسامان اور لاوائشکر کا یہ ذکر کر رہا ہے وہ سب ہمارے پاس رہ جانے گا اور یہ اکیلا ہمارے سامنے حاضر ہو گا۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے کچھ خدا بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے پشتیبان ہوں [۳۰] گے۔ کوئی پشتیبان نہ ہو گا۔ وہ سب ان کی عبادت

[۳۱] یعنی ہر آزمائش کے موقع پر اللہ تعالیٰ ان کو صحیح فضیل کرنے اور صحیح راست اختیار کرنے کی توفیق بخشا ہے، ان کو برائیوں اور غلطیوں سے بچاتا ہے اور اس کی ہدایت و رہنمائی سے وہ برابر راست پر بڑھتے چلتے جاتے ہیں۔

[۳۲] یعنی وہ کہتا ہے کہ تم مجھے خواہ کتنا ہی گمراہ و بد کار کہتے رہو اور عذاب الہی کے ڈراوے دیا کرو، میں تو آج بھی تم سے زیادہ خوش حال ہوں اور آئندہ بھی مجھ پر غمتوں کی بارش ہوتی رہے گی۔ میری دولت دیکھو، میری وجہت اور ریاست دیکھو، میرے نام ور بیٹوں کو دیکھو، میری زندگی میں آخر تھیں کہاں یہ آثار نظر آتے ہیں کہ میں خدا کا مغضوب ہوں؟۔۔۔ یہ کہ میں کسی ایک شخص کے خیالات نہ تھے بلکہ کفار مکہ کا ہر شیخ اور سردار اسی خطب میں بتلا تھا۔

[۳۳] یعنی اس کے جرائم کے ریکارڈ میں اس کا یہ کہہ بغور بھی شامل کر لیا جائے گا اور اس کا مزاہی اسے چکھنا پڑے گا۔

[۳۴] اصل میں لفظ عِزًا استعمال ہوا ہے، یعنی وہ ان کے لیے سب عزت ہوں۔ مگر عزت سے مراد عربی زبان میں کسی شخص کا

وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًا ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيْطَنَ عَلَىٰ
الْكُفَّارِ إِنَّهُمْ تَوْزِعُونَهُ أَرَازًا ۝ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعْذِلُهُمْ عَذَابًا ۝
يَوْمَ الْحِسْرِ الْمُتَقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفُدَادًا ۝ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى
جَهَنَّمَ وَرَدًا ۝ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاوَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ
عَهْدًا ۝ وَقَالُوا تَخْذِنَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْنُمْ شَيْئًا إِذَا ۝
تَكَادُ السَّهُوَتُ يَتَفَطَّرُنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُ الْأَرْضُ وَتَخْرُجُ الْجِبَالُ هَذَا ۝

[۵۰] کا انکار کریں گے اور ایسے ان کے مخالف بن جائیں گے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے ان منکرین حق پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو خوب خوب (مخالفت حق پر) اکسار ہے ہیں؟ اچھا، تواب ان پر نزول عذاب کے لیے بیتاب نہ ہو۔ ہم ان کے دن گر رہے ہیں۔ [۵۱] وہ دن آنے والا ہے جب مقتنی لوگوں کو ہم مہماںوں کی طرح حرم کے حضور پیش کریں گے، اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہاٹک لے جائیں گے۔ اس وقت لوگ کوئی سفارش لانے پر قادر نہ ہوں گے بجز اس کے جس نے حرم کے حضور سے پروانہ حاصل کر لیا ہو۔ [۵۲] وہ کہتے ہیں کہ حرم نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ سخت بیرونہ بات ہے جو تم لوگ گھڑائے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گرجائیں،

ایسا طاقت و راہز برداشت ہوتا ہے کہ اس پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے، اور ایک شخص کا دوسرا شخص کے لیے سب عزت بنایا معنی رکھتا ہے کہ وہ اس کی حمایت پر ہو جس کی وجہ سے اس کا کوئی مخالف اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ [۵۳] یعنی وہ کہیں گے کہ نہ ہم نے کبھی ان سے کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو، اور نہ ہمیں یہ خبر تھی کہ یہ حق لوگ ہماری عبادت کر رہے ہیں۔

[۵۴] مطلب یہ ہے کہ ان کی زیادتیوں پر تم بے صبر نہ ہو، ان کی شامت قریب آگئی ہے۔ پیانہ بھرا چاہتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی مہلت کے کچھ دن باقی ہیں، انہیں پورا ہو لینے دو۔

[۵۵] یعنی سفارش اسی کے حق میں ہوگی جس نے پروانہ حاصل کیا ہو، اور وہی سفارش کر سکے گا جسے پروانہ ملا ہو۔ آیت کے الفاظ ایسے ہیں جو دونوں پہلوؤں پر یکساں روشنی ڈالتے ہیں۔

یہ بات کہ سفارش صرف اسی کے حق میں ہو سکے گی جس نے رحمان سے پروانہ حاصل کر لیا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے دنیا میں ایمان لا کر اور خدا سے کچھ تعلق جوڑ کر اپنے آپ کو خدا کے عنود درگز رکا مستحق بنالیا ہو۔ اور یہ بات کہ سفارش وہی کر سکے گا جس کو پروانہ ملا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے جن جن کو اپنا شفیع اور سفارشی سمجھ لیا ہے وہ سفارشیں کرنے کے مجاز نہ ہوں گے بلکہ خدا خود جس کو اجازت دے گا وہی شفاعت کے لیے زبان کھول سکے گا۔